پرولتاری آمریت

جناب عثمان غنی صاحب ایم ۔ اے

(۲)

غیر بالشویک سوشلسٹوں کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے کاٹسکی "پرولتاری آمریت" کے بالشویکی نقطۂ نظر پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک طبقہ غلبہ تو حاصل کر سکتا ہے لیکن وہ صحیح معنوں میں حکومت نہیں کر سکتا۔ حکومت کا نظام چلانے کے لیے تنظیم ناگزیر ہے اور تنظیم (ORGANISATION) طبقے CLASS سے مختلف چیز ہے ۔ ایک خاص پارٹی ایک خاص طبقے کے مفادات ہی کی محافظ ہو سکتی ہے ۔ کاٹسکی مزید لکھتا ہے کہ جمہوری نظام میں مختلف جماعتیں کام کرتی ہیں لیکن پرولتاری آمریت کے نظام کا جو تصور بالشویک گروہ دیتا ہے وہ درحقیقت نوکر شاہی یا افسر شاہی (بیورو کریسی) کا مکمّل تسلط ہے اور بیورو کریسی کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ اگر کہیں اسے مکمل تسلط مل جائے تو وہاں وہ اپنے لیے دوام اور استحکام حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے ۔ اس کا رہنما اصول یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کے اختلافات کو جبر و تشدد سے دبا دیا جائے ۔ یہ نوکر شاہی نظام اپنی قوت کو بچانے کے لیے تقریباً ہر جگہ اس طرح کے ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے ۔

ایک فرد یا چند افراد کی آمریت اسی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے کاٹسکی بیان کرتا ہے کہ :

"پرولتاری آمریت کو اگر طرزِ حکومت کے طور پر تسلیم کیا جائے تو یہ پرولتاری طبقے کی حکومت نہیں ہو گی بلکہ یہ ایک فرد یا ایک پارٹی کے چند افراد کی آمریت ہو گی ۔ یہاں پہنچ کر مسئلہ اس وقت بہت اُلجھ جاتا ہے جب خود پرولتاری مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے ہوں ۔ ان حالات میں ان جماعتوں میں سے کسی ایک کی آمریت کو کسی مفہوم میں بھی "پرولتاری آمریت" نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ پرولتاریوں کے ایک حصے کی ان کے دوسرے حصوں پر آمریت ہو گی ۔ یہ پیچیدگی مزید بڑھ جاتی

ہے جب سوشلسٹ جماعتیں غیر پرولتاری عناصر کے ساتھ اپنے تعلقات کی بنیاد پر بٹی ہوئی ہوں اور اگر اتفاق سے ایک جماعت کسانوں کے ساتھ تعاون کر کے اقتدار پر قابض ہو جائے تو یہ پرولتاریوں پر پرولتاریوں کی آمریت نہیں ہوگی بلکہ پرولتاریوں پر پرولتاریوں اور کسانوں کی آمریت ہوگی"۔

کاٹسکی اور اس کے ہمنوا رہنماؤں نے مارکس ہی کے حوالے سے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی۔ انہوں نے اپنے مسلک کے حق میں دلائل سے بات کی۔ لیکن ایک غیر جانبدار طالب علم کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ لینن اور اس کے ساتھیوں نے دلیل کا جواب دلیل سے کم اور گالیوں سے زیادہ دیا ہے۔ لینن نے تمام غیر بالشویک سوشلسٹ جماعتوں کو اس اختلافِ رائے کے جرم کی پاداش میں "تجدد پرست" اور "مخالفینِ مارکسیت" قرار دیا اور کارل کاٹسکی پر سب سے بڑے "مرتد" کا فتویٰ محض اس لیے چسپاں کیا کہ وہ لینن کے نظریہ "پرولتاری انقلاب" اور "پرولتاری آمریت" سے اتفاق نہیں کرتا تھا۔

مخالفین پر سب و شتم لینن نے کاٹسکی کی کتاب "پرولتاریہ کی آمریت" کے جواب میں ایک پمفلٹ "پرولتاری انقلاب اور مرتد (RENEGADE) کاٹسکی" لکھا۔ اس مضمون میں تفصیل کے ساتھ لینن کی بدزبانی کا جائزہ لینا تو مشکل ہے البتہ اشتراکیت کے عظیم باپ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سے نمونے کے طور پر کچھ حصے پیش کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ جس فکر کا عظیم ترین رہنما اپنے ہم مشرب اور ہم سفر ساتھیوں کے لیے یہ زبان استعمال کرتا ہے، اس فلسفہ اور نظامِ زندگی کے عام علمبردار اپنے مخالفین کے لیے کیا لب و لہجہ اور کیسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہونگے۔ اس زبان سے لینن اور اس کے ہمنوا گروہ کا ذہن پڑھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

لینن، کاٹسکی کو "مرتد" کے فتوے سے نوازنے کے بعد اس کی کتاب پر جامع تبصرہ کرتے ہوئے اسے "غیر متعلق بکواس" قرار دیتا ہے۔ لینن، کاٹسکی کو "بورژوا طبقے کا کاسہ لیس، قابلِ نفرت خوشامدی اور ان کا داروغہ" کے خطابات دیتا ہے۔ لینن کہتا ہے کہ "کاٹسکی اندھا پلا ہے جو الل ٹپ کبھی ایک طرف منہ کر کے ناک چڑھاتا ہے اور کبھی دوسری طرف (HE IS A BLIND PUPPY SNIFFING AT RANDOM ---

کاٹسکی" چھوٹا بورژوا غنڈہ، بدمعاش، سرمایہ داروں سے رشوت لینے والا، کرائے کا ٹٹو، کمینہ، چاپلوس، دغا باز، بے وقوف، کوڑ مغز، فاتر العقل، بونگا، جھوٹ بکنے والا، بے تکی ہانکنے والا، بہانہ ساز، چرب زبان، ملحد،

متعصب، جذبات سے مغلوب، منافق، مزدوروں کا دشمن، غدار، بے حیا، ابن الوقت اور بزدل ہے۔ وہ لغو اور بے بنیاد باتیں کرتا ہے۔ وہ بھدے اور احمقانہ طریقے سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے، وہ کھلم کھلا بکواس کرتا ہے، وہ نہایت بے شرمی سے تاریخ کو مسخ کرتا ہے، وہ مضحکہ خیز انداز میں بکتا ہے، دیکھو! وہ کس "مہذب" طریقے سے سرمایہ داروں کے سامنے پیٹ کے بل رینگتا اور ان کے بوٹ چاٹتا ہے[1]۔"

لینن، کاٹسکی اور اس کے ہم فکر رفقا کے لیے یہ زبان استعمال کرتے ہوئے "پرولتاری انقلاب" اور "پرولتاری آمریت" کے متعلق اپنا تصور بڑی تفصیل سے پیش کرنے پر پورا زور صرف کر دیتا ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مارکسیت کے علاوہ جس چیز کو لینینیت (لینن ازم) کہا جاتا ہے وہ یہی "پرولتاری انقلاب" اور "پرولتاری آمریت" کے متعلق اس کا تصور ہے۔ سٹالن نے اس بات کی وضاحت اپنے پمفلٹ لینن ازم کی اساسات (فاؤنڈیشنز آف لینینزم) میں ان الفاظ میں کی ہے۔

"لینن ازم بالعموم "پرولتاری انقلاب" اور بالخصوص "پرولتاری آمریت" کی نظریاتی اور عملی تفسیر کا نام ہے۔" اس بات کو سٹالن یوں بیان کرتا ہے۔

"لینن ازم کا نقطۂ آغاز اور اس کا بنیادی سوال پرولتاری آمریت، اس کے غلبے کی شرائط اور اس کے استحکام کے لوازمات ہیں[2]۔"

لینن کی پرولتاری آمریت | اب ہم اختصار سے یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ لینن کے ہاں پرولتاری آمریت کا تصور کیا ہے اور کیوں ہے اور اس تصور کے عملی نتائج کیا نکلے۔

لینن نے "پرولتاری آمریت" کی وضاحت کرتے ہوئے سارا زور لفظ "آمریت" پر اس طرح صرف کیا ہے گویا اصل چیز آمریت ہے اور پرولتاری کا لفظ تتمہ کے طور پر محض پروپیگنڈے کے لیے چسپاں کر دیا گیا ہے۔ لینن آمریت کی تعریف یوں کرتا ہے:

"آمریت کی سائنسی تعبیر اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی کہ یہ ایک ایسی حکومت ہے جو کسی قانون کی پابند

---

1. V. J. LENIN : SELECTED WORKS - MOSCOW, 1967 . P. 48 - 88

2. QUESTIONS OF LENINISM, P-36

نہیں۔ کوئی ضابطہ اسے باندھ نہیں سکتا اور اس کا پورا انحصار براہِ راست جبر پر ہے۔[1]"

وہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے "دستور اور جمہوریت کے علمبردارو! یہ بات ہمیشہ کے لیے اچھی طرح پلے باندھ لو کہ آمریت اس بے لگام حکومت کو کہتے ہیں جس کا انحصار قانون کی بجائے قوت اور جبر پر ہو۔"

کاٹسکی کے جواب میں لینن نے جو پمفلٹ لکھا اس میں وہ پرولتاری آمریت کے متعلق اپنا نقطۂ نظر اس طرح بیان کرتا ہے "پرولتاریوں کی انقلابی آمریت ایسی حکومت ہے جس پر پرولتاری بورژواؤں کے خلاف تشدد کے ذریعہ قبضہ کرتے ہیں اور تشدد ہی کے بل بوتے پر اسے قائم رکھتے ہیں۔ یہ حکومت کسی قسم کے قانون کی پابند نہیں ہوتی۔[2]"

آمریت پر جمہوریت کا لیبل

یہاں تک تو بات ایک خاص نہج پر بغیر کسی ابہام کے چلتی ہے۔ ہزار اختلاف کے باوجود لینن کی یہ ادا بہر حال آدمی کو متاثر کرتی ہے کہ وہ حکومت حاصل کرنے اور اس پر قابض رہنے کے لیے جبر و تشدد پر اپنا محکم یقین کسی لاگ لپیٹ کے بغیر ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ذرا آگے چل کر ہمارا یہ تاثر زائل ہو جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہر قسم کے قوانین سے آزاد جبر پر قائم ہونے والی پرولتاری آمریت کا مبلغ اعظم اسی آمریت کو بے مثال، بہترین اور مکمل جمہوریت کہتا ہے۔ جس کتاب میں لینن نے آمریت کی مندرجہ بالا تعریفیں کی ہیں، اسی کتاب میں چند صفحات آگے جا کر وہ لکھتا ہے:

"پرولتاری جمہوریت نے جس کی ایک صورت سوویٹ حکومت ہے، جمہوریت کو وہ ترقی اور وسعت دی ہے کہ اس کی مثال ہی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ آبادی کے بہت بڑے حصے کے لیے جمہوریت ہے۔ یہ ان مزدوروں کے لیے جمہوریت ہے جن کا استحصال ہوتا رہا ہے۔[3]"

"پرولتاری جمہوریت بورژوا جمہوریت سے کروڑ مرتبہ زیادہ جمہوری ہے۔ سوویٹ حکومت کسی بھی بہترین جمہوری بورژوا حکومت سے کروڑ بار زیادہ جمہوری ہے۔ ...... پرولتاری جمہوریت میں پریس کی آزادی کی منافقت نہیں رہتی۔ کیونکہ پرنٹنگ پلانٹ اور کاغذ کے سٹاک بورژواؤں سے چھین لیے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ

---

1. V. I. LENIN, WORKS, MOSCOW, 3RD ED. XXV P-441
2. IBID P-439
3. V. I. LENIN, SELECTED WORKS, MOSCOW, 1967. P. 49-51-58

بڑے بڑے محلات اور وسیع و عریض عمارات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ سوویٹ حکومت نے اسی طرح کی بنی ہوئی لاکھوں بہترین عمارات ایک ہی ضرب سے استحصال کرنے والوں سے چھین لیں۔ اور اس طرح حقِ اجتماع کو ــ جس کے بغیر جمہوریت ایک فریب ہے ــ لوگوں کے لیے لاکھوں گنا زیادہ جمہوری بنا دیا[1]۔"

یہاں ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ لینن جس حکومت کو مثالی اور مکمل ترین جمہوریت کہہ رہا ہے، اور پریس اور اجتماع کی جس آزادی کا وہ پرچار کر رہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے جو مطابع، محلات و عمارات اور جلسہ گاہیں سرمایہ داروں سے چھینی جاتی ہیں وہ ان کے ذریعہ عوام کو اپنے خیالات اور جذبات کے اظہار کے کیا مواقع دیتا ہے۔ بلکہ اس وقت صرف یہ واضح کرنا پیش نظر ہے کہ لینن ایک ہی سانس میں کیسی متضاد باتیں کہتا ہے۔ جس طرزِ حکومت کو اس نے پہلے واشگاف الفاظ میں جبر و تشدد پر مبنی آمریت کہا ہے، اسی کو وہ بہترین جمہوریت کہتا ہے۔ اور اس بات کا وہ کوئی جواب نہیں دیتا کہ جہاں پریس، عمارات اور جلسہ گاہیں حکومت کے قبضہ میں ہوں، جہاں ملک میں صرف ایک ہی سیاسی جماعت ہو اور اس کے سوا کوئی دوسری سیاسی جماعت بن ہی نہ سکتی ہو، جہاں خفیہ پولیس سائے کی طرح ہر شخص کے تعاقب میں ہو، جہاں آزاد عدلیہ کا تصور ہی معدوم ہو اور جہاں حکومت کو پابند کرنے والا کوئی قانون نہ ہو وہاں جمہوریت کس قسم کی جمہوریت ہوگی۔

واقعہ یہ ہے کہ لینن اپنی تمام ترلفاظی اور چرب بیانی کے باوجود اس حقیقت کو مخفی نہیں رکھ سکا کہ اس نے اپنی آمریت کو جمہوریت کا لبادہ اڑھانے کی ایسی ہی ناکام کوشش کی ہے جیسے اس نے جماعتی آمریت (پارٹی ڈکٹیٹر شپ) کو "پرولتاری آمریت" کا نام دینے کی کوشش کی۔ حالانکہ یہ موٹی سی بات سمجھنے کے لیے عقل کی کسی بڑی مقدار کی ضرورت نہیں کہ پارٹی کی آمریت کبھی پرولتاریوں کی آمریت نہیں ہو سکتی۔ اور جبر و تشدد پر قائم ہونے والی آمریت کبھی جمہوریت نہیں ہو سکتی۔

لینن نے خود ہی ایک جگہ پرولتاری آمریت سے پردہ اُٹھا کر اس کا حقیقی رُخ دکھایا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"پرولتاری آمریت صرف کیمونسٹ پارٹی کے ذریعے ممکن ہے[2]۔"

سٹالن زیادہ واضح لفظوں میں کہتا ہے:

"پرولتاری آمریت کے نظام میں نگران و منتظم (ڈائرکٹر) ایک جماعت ہوتی ہے اور وہ ہے

[1] IBID, P.59 [2] LENIN, ON PARTY CONSTRUCTION, MOSCOW, 1956, P.610

اشتراکی جماعت ۔ یہ جماعت دوسری جماعتوں کو آمریت میں نہ شریک کرتی اور نہ کر سکتی ہے[1]"

پارٹی کی بارھویں کانگریس نے ۱۹۲۳ء میں اس نقطۂ نظر کی منظوری سرکاری طور پر اس بیان میں دی ۔

"مزدوروں کی آمریت قائم ہونے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے ان کے ترقی پسند ہراول دستے یعنی کمیونسٹ پارٹی کی آمریت[2]"

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اختیارات اور طاقت کو مزدور نہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹی استعمال کریگی اور ان کاموں کے لیے مزدوروں سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی ۔ چنانچہ اقتدار پر قابض ہونے سے دو دن پہلے لینن نے اپنے ایک مضمون "کیا بالشویک اقتدار پر قابض رہ سکیں گے" میں لکھا کہ "اگر ۱۹۰۵ء کے انقلاب کے بعد روس پر ۱۳۰،۰۰۰ زمیندار حکومت کرتے رہے ہیں تو بالشویک انقلاب کے بعد ۲۴۰،۰۰۰ بالشویک بھی اس ملک پر حکومت کر سکتے ہیں" یعنی دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ پرولتاری انقلاب کے بعد جو پرولتاری آمریت قائم ہوگی وہ بالشویک پارٹی کی آمریت ہوگی اور پورے اختیارات اسی پارٹی کے پاس ہونگے ۔

دائم آمریت لینن اپنے اسی مضمون میں بالشویک پارٹی کے تین کام بتاتا ہے ۔

"بالشویک پارٹی کے تین کام ہیں ۔ پہلا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے پروگرام اور طریق کار کے صحیح ہونے پر مطمئن کرے ، ہماری پارٹی کا دوسرا کام سیاسی قوت پر قابض ہونا تھا ۔ اب تیسرا کام اس کے سپرد کیا جا رہا ہے اور وہ ہے روس کی انتظامیہ (ایڈمنسٹریشن) کی تنظیم ہم نے روس کو فتح کر لیا ہے اور اب ہمیں اس کا نظام چلانا ہے ۔"

پارٹی کی اس آمریت کو قائم کرنے کے لیے لینن نے ایسا مضبوط جال بنا کہ لوگ اس میں پھنس کر بے بس ہوگئے ۔ اس نے عوام کو معاشی اور سیاسی طور پر ایسی ایجنسیوں کے چکر میں پھنسایا جو مستقل طور پر کمیونسٹ پارٹی کا مقصد پورا کرنے والی تھیں ۔ یہ ایجنسیاں ایسی سماجی تنظیموں کی شکل میں تھیں جو بظاہر کمیونسٹ پارٹی سے آزاد لیکن حقیقت

---

[1] STALIN, WORKS, VIII, MOSCOW P-10

[2] THE C.P.S.U. IN RESOLUTIONS & DECISIONS OF CNF CONFRENCES, CONGRESSES & PLENUMS, PART I, MOSCOW, 1954 7TH ED. P-683.

میں پارٹی کے ماتحت تھیں۔ یہ تنظیمیں عوام کی نمائندگی کا دعویٰ کرتی تھیں اور پارٹی اور عوام کے درمیان رابطہ کا کام کرتی تھیں۔ لینن اشتراکی حکومت کے نظام کو ایک کارخانے سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"جس طرح نہایت عمدہ انجنوں اور مشینوں والی بہترین فیکٹری اس وقت کام چھوڑ دیتی ہے جب انجن اور مشین کے درمیان رابطہ پیدا کرنے والا نظام خراب ہو چکا ہو، اسی طرح اگر ہمارا نظام غلط طریقے سے مرتب کیا گیا ہو یا کمیونسٹ پارٹی اور عوام کا درمیانی رابطہ ٹھیک کام نہ کرے تو پورے معاشرتی ڈھانچے کا تباہ و برباد ہونا یقینی ہے[1]"

اس طرز فکر کو سٹالن نے مزید ترقی دی۔ وہ لکھتا ہے:

"ہمیں پرولتاری آمریت کی ہیئت ترکیبی، اس کی ساخت اور نظام کے متعلق ضرور گفتگو کرنی چاہیے اور جن آلات واوزار، کل پرزوں اور محرک قوتوں کے مجموعے کو پرولتاری آمریت کا نظام کہتے ہیں ان کے متعلق ہمیں ضرور سوچنا چاہیے۔ یہ کل پرزے اور آوزار کمیونسٹ پارٹی کی وہ عوامی تنظیمیں ہیں جن کی مدد کے بغیر پرولتاری آمریت کو عملی جامہ پہنانا ناممکن ہے۔ یہ تنظیمیں کیا ہیں؟ یہ پرولتاریوں کی عوامی تنظیمیں (ٹریڈ یونینز) ہیں جو پیداوار کے سلسلے میں پرولتاری طبقے کے ساتھ کمیونسٹ پارٹی کا تعلق جوڑتی ہیں۔ یہ محنت پیشہ لوگوں کی عوامی تنظیمیں سویٹ اکائیاں ہیں جو حکومتی معاملات کے سلسلے میں پارٹی کے ساتھ ربط کا کام دیتی ہیں۔ یہ کسانوں کی تعاونی انجمنیں ہیں جو بنیادی طور پر معاشی معاملات میں کسانوں اور کمیونسٹ پارٹی کے درمیان واسطہ بنتی ہیں۔ یہ کمسومول (KOMSOMOL) ہے جو محنت پیشہ اور کسان نوجوانوں کی وہ تنظیم ہے جس کی ذمہ داری نوخیز نسل کو اشتراکیت کی تعلیم و تربیت دینا اور نوجوانوں کی محفوظ قوت (ریزرو فورس) تیار کرنا ہے۔ ان سب کے اوپر کمیونسٹ پارٹی آتی ہے جو پرولتاری آمریت کے پورے نظام کی بنیادیں فراہم کرتی اور اسے چلاتی ہے۔ پارٹی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام عوامی تنظیموں کی رہنمائی کرے[2]"

حلقہ ہائے دام | یہ نظام نہایت ہوشیاری سے مرتب کیا گیا ہے۔ پروپیگنڈا کے نقطۂ نظر سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔

[1] حوالہ سابق صفحہ ۶۴۰۔

[2] STALIN, WORKS V. 8. P. 34

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کے علاوہ جو دوسری عوامی تنظیمیں ہیں وہ قوت کا سرچشمہ ہیں لیکن حقیقت میں یہ اصل قوت ـــ "پارٹی کی آمریت" ـــ کے ہتھیار ہیں۔ یہ تنظیمیں دراصل حکومت کے سربراہوں کے احکام کو نافذ کرنے اور عوام پر مکمل کنٹرول رکھنے کا کام دیتی ہیں۔ لینن نے کہا تھا:

"بحیثیت مجموعی یہ ایک لچکدار لیکن نہایت طاقتور مشینری ہے وہ بظاہر غیر کمیونسٹ ہے۔ اس کے ذریعے پرولتاری طبقہ اور عوام کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ منسلک رہتے ہیں۔ اسی مشینری کی وساطت سے پارٹی کی قیادت میں پرولتاری آمریت عملی شکل اختیار کرتی ہے"[1]

قانونی نقطۂ نظر سے یہ بالکل آزاد تنظیمیں ہیں، جن کے اپنے قواعد و ضوابط اور دستور ہیں لیکن اندرونی طور پر یہ کمیونسٹ پارٹی کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔ عملاً ان تنظیموں کے انتظامی سربراہ صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو کمیونسٹ پارٹی کے رکن ہوں۔ ان کے پروگرام اور فیصلے کمیونسٹ پارٹی کے پروگرام اور فیصلوں کے چربے ہوتے ہیں۔

ان تنظیموں کو کنٹرول کرنے اور پرولتاری آمریت کو قائم اور مستحکم کرنے کے لیے کمیونسٹ دو طریقے اختیار کرتے ہیں۔ جبر و تشدد اور ترغیب، حوصلہ افزائی اور تادیب، عزت افزائی اور تذلیل، بالشویک اصطلاح میں ان طریقوں کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"ترغیب کا طریقہ جس کی بنیاد جبر پر ہے اور تشدد کا طریقہ جس کا مقصد ترغیب ہے" سٹالن کہتا ہے "ہمارے دو طریقے ہیں: جبر کا طریقہ اور ترغیب کا طریقہ"[2]

آمریت کو مستحکم کرنے اور لوگوں کی گردنوں پر اسے مسلط رکھنے کے لیے کمیونسٹ پارٹی کی ان ذیلی تنظیموں کے علاوہ ایک اور زیادہ مؤثر حربہ معاشی جبر کا ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ حکومت تمام ذرائع پیداوار پر بلا شرکت غیرے قابض ہو جاتی ہے۔ پرولتاری آمریت کے نام پر قائم ہونے والی پارٹی آمریت کے لیے معاشی جبر کا حربہ ناگزیر ہے۔ ہم اس سے بھی آگے یہ بات کہتے ہیں کہ ذرائع پیداوار کو حکومت کی ملکیت میں جبراً اس لیے نہیں لیا جاتا کہ اس سے معاشی ترقی کی رفتار تیز کرنا مقصود ہے یا اس کا مدعا یہ ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کا استحصال نہ کریں۔ بلکہ

---

[1] LENIN, WORKS ED IV XXXI P. 30

[2] STALIN, WORKS. V 5. P. 56

اصل غرض و غایت معاشی آمریت کے بل پر سیاسی آمریت کو قائم رکھنا ہے۔ اس کی بہترین وضاحت سوویٹ روس کی ۱۹۲۱ء کی نئی معاشی پالیسی (نیو اکنامک پالیسی) ہے۔

نئی معاشی پالیسی | اس پالیسی کی رُو سے رُوس کی کمیونسٹ پارٹی نے ذرائع پیداوار پر قبضہ کر لیا اور لوگوں سے ایک طرح کی بیگار لینے لگی۔ ظاہر ہے کہ اپنی آزاد مرضی سے ذاتی نفع نقصان کو پیشِ نظر رکھ کر ایک آدمی جس طرح کام کرتا ہے، اس طرح بیگار میں پکڑا ہوا آدمی کام نہیں کرتا۔ اس کے اندر وہ جذبہ اور محرک ہی پیدا نہیں ہو سکتا جو کسی ذاتی کام کے لیے ہوتا ہے۔ لینن کی قیادت میں اشتراکیوں نے ان مزدوروں اور کسانوں کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی کوشش کی۔ ان پر سختیاں کیں اور بے پناہ مظالم ڈھائے۔ لیکن نتائج اُلٹے ہی نکلے۔ اس صورتِ حال سے تنگ آکر لینن نے اپنے ہاتھوں سے اس نظام میں بنیادی تبدیلی کی جسے برپا کرنے کے لیے ہزارہا آدمیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ مجبور ہو کر زمین کی اجتماعی ملکیت کو ختم کر کے اسے پرائیویٹ ہاتھوں میں دینا پڑا اور اس کا نام نئی معاشی پالیسی (N.E.P) رکھا گیا۔ اس پالیسی کا معجزانہ اثر ہُوا۔ وہی روس جو اجتماعی ملکیت میں بھوکوں مر رہا تھا نئی پالیسی نافذ ہونے کے بعد دو سال کے اندر اندر اس پوزیشن میں آگیا کہ زائد غلہ برآمد کرنے کے لیے اسے منڈیاں تلاش کرنا پڑیں۔ بالشویک انقلابی حکومت جس مسئلے کو اپنے تمام جبری ذرائع اور منصوبوں کے باوجود حل نہ کر سکی اس مسئلے کو کسانوں نے اپنی آزاد مرضی سے تھوڑی سی مدت میں حل کر دیا۔

اجتماعی ملکیتِ زمین | عوام کی کوئی خیر خواہ حکومت ہوتی تو اسے مسئلے کے اس طرح حل ہونے سے بڑا اطمینان ہوتا لیکن بالشویک حکومت کو اس چیز سے عظیم خطرہ محسوس ہونے لگا اور کمیونسٹ پارٹی نے محض اپنی آمریت کو قائم رکھنے کے لیے زمین کو از سرِ نو سرکاری ملکیت میں لے لیا۔ اس فیصلے سے زرعی پیداوار کا مسئلہ پھر اُلجھ گیا۔ روس آج تک اس میدان میں وہ معیار قائم نہیں کر سکا جو دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں ہے اور اس حقیقت کا اعتراف روسی حکومت کے ذمہ دار لوگوں نے بھی کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اب بھی روس میں کل زیرِ کاشت زمین کا ۹۶ء۹ فیصد رقبہ اجتماعی ملکیت میں ہے اور صرف ۴ء۱ فیصد رقبہ انفرادی ملکیت ہے لیکن اول الذکر سے زرعی پیداوار کا ۶۸ فیصد اور مؤخر الذکر سے ۳۲ فیصد حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام تر تجربات کے باوجود کمیونسٹ پارٹی محض اپنی آمریت قائم رکھنے کی خاطر اس بات کے لیے تیار نہیں کہ لوگ آزادی سے کام کریں۔ اس مقصد کے لیے ہر طرح کے مظالم

روا رکھے جاتے ہیں۔ کسانوں نے اشتراکی حکومت کے اس فیصلے پر اپنے تلخ جذبات کا اظہار کیا۔ ان کے منظم ہونے کی تو کوئی صورت نہ تھی البتہ انہوں نے غیر منظم طریقے سے عوامی سطح پر بغاوت کر دی۔ اس صدائے احتجاج کو بالکل خاموش کرنے کے لیے ظالمانہ ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ جن کسانوں نے مظاہرے کیے ان پر تشدد کیا گیا جو مالی اعتبار سے کچھ آسودہ حال تھے انہیں شمالی روس کے برفانی علاقوں میں جلا وطن کر دیا گیا۔ اور جو باقی بچ گئے ان سے جبراً اجتماعی فارموں پر کام کرایا گیا۔ ان پر خاص اس مقصد کے لیے تیار کی گئی پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اس پولیس کا نام "مشین اور ٹریکٹر سٹیشنوں کا سیاسی شعبہ" رکھا گیا۔ اس طرح معاشی آمریت کی گرفت مضبوط تر کرنے کے لیے سیاسی آمریت کو استعمال کیا گیا اور سیاسی آمریت کے چنگل کو مستحکم کرنے کے لیے معاشی آمریت سے مدد لی گئی۔

اس سے پہلے کاٹسکی کے حوالے سے یہ بات کہی جا چکی ہے کہ لینن نے پرولتاری آمریت کا جو تصور پیش کیا وہ درحقیقت پارٹی کی آمریت ہے اور پارٹی کی آمریت انجام کار نوکر شاہی کی آمریت ہے۔ تاریخ نے چند ہی سالوں بعد کاٹسکی کے نقطۂ نظر کو حرف بحرف ٹھیک ثابت کر دیا۔ لینن کوئی جمہوریت پسند انسان نہ تھا۔ وہ کسی بھی حیثیت سے سیاسی اور معاشی آزادی کا قائل نہ تھا، البتہ ایک بات ضرور تھی اور وہ یہ کہ وہ پارٹی کانگریس کو حاکم اعلیٰ سمجھتا تھا۔ لینن بعض اوقات کانگریس میں اقلیت میں ہوتا، کبھی کسی مسئلے پر وہ تنہا بھی ہوتا لیکن اپنی بات منوانے کے لیے ایک دفعہ بھی اس نے پارٹی کی پوزیشن کو چیلنج نہیں کیا۔ وہ زیادہ سے زیادہ مستعفی ہو جانے کی دھمکی دیتا۔

شخصی آمریت لینن کے بعد سٹالن آیا تو اس نے آمریت کے اس پودے کو پوری طرح پروان چڑھا کر اسے ایک تناور درخت بنا دیا۔ سٹالن نے یہ نقطۂ نظر پیش کیا کہ آمریت پارٹی کے اندر بھی جمہوری نہیں ہو سکتی۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ پارٹی کے اندر جو مسائل پیدا ہوں اور جن چیزوں پر اختلاف ہو ان کے فیصلے انصاف کی بجائے سیاسی ضرورت کے تحت ہونے چاہئیں۔ پارٹی کے اندر جو شخص سٹالن سے اختلاف کرتا وہ اسے قتل یا جلا وطن کرا دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سٹالن جانتا تھا کہ ٹراٹسکی، بخارن، زینوف یا دوسرے کمیونسٹ رہنما دشمن کے جاسوس یا ملک کے غدار نہیں لیکن ان کا اختلاف رائے چونکہ سٹالن کی مکمل آمریت کی راہ میں رکاوٹ تھا

اس لیے اس نے ان پر گھناؤنے الزامات لگا کر انہیں ختم کر دیا۔

سٹالن کا کہنا تھا کہ پارٹی کی نظامت کا یہ کام ہے کہ وہ پارٹی کی رہنمائی کرے، پارٹی کا یہ کام نہیں کہ وہ نظم کی رہنمائی کرے۔ کانگریس اور پارٹی کمیٹی کی ذمہ داری بھی صرف اتنی ہے کہ وہ پارٹی کے نظم کے فیصلوں کی توثیق کریں۔ مزید برآں یہ کہ پارٹی کے نظم کا اختیار بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ حکومت کے سربراہ کی رضاجوئی کو ہر وقت مد نظر رکھے۔

حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ پرولتاری طبقے کے نام پر برپا کیے ہوئے انقلاب اور اس کے نام پر قائم کی ہوئی آمریت آخر کار پارٹی کی آمریت اور پھر فردِ واحد کی آمریت کی نہایت گھناؤنی شکل اختیار کر تی ہے۔ ایسی گھناؤنی شکل جس کے متعلق یوگوسلاویہ کے سابق نائب صدر اور مارشل ٹیٹو کے دست راست مسٹر ملون جیلاس نے اپنے ذاتی مشاہدات و تجربات کی بنیاد پر اپنی کتاب "نیا طبقہ" (THE NEW CLASS) میں بڑے دکھ کے ساتھ لکھا ہے کہ سخت ترین فوجی آمریت اشتراکی آمریت سے کئی گنا زیادہ جمہوری ہوتی ہے۔